Meritorious Journal of Social Sciences & Management
Vol. 03, No. 4 (2020)
Journal homepage:
http://journal.mgp.org.pk/index.php/MJSSM

The Situation of COVID-19 and Urdu poet's Humanists Behavior

Dr. Asma Rani[1]

ARTICLE DETAILS	ABSTRACT

History
Revised format:
Nov, 2020
Available Online:
Dec, 2020

The pandemicsituation of the year 2020 affected not only a specific region but the whole world. All humans got affected by this pandemic without any classification of the bourgeoisie and the proletariat. This epidemic had affected the human being economically, socially, and psychologically in such a way that they were compelled to think about their future with apprehensions. A literary person or a poet who is the most sensitive person of any society is affected by every kind of extra-ordinary circumstances and makes it subject of his creativities. Usually, it is expected humanist moralities from his poetry. Anyways, Urdu poets also got affected by the COVID-19 and posed it in their writings consciously or unconsciously. In this research paper it will be the analytical study of the poetry created in the situation of COVID-19 so that the poet's prefreces and their psychological conditions are revealed to make this evident that in this situation whether they have propelled optimism or pessimism or they have presented the proof of humanism posing optimistic and onstructive values through their poetry.

Keywords
Covid-19, pandemic, Humanism, urdu Poetry, Optmism.

[1]Assistant Professor, Department of Urdu, Govt Sadiq College Women University, Bahawalpur.

تعارف

انسانی تاریخ کے جس موڑ پر ہم سمیت پوری دنیا کھڑی ہے، وہاں سے ماضی روشن اور مستقبل مدھم دکھائی پڑتا ہے۔ کووڈ ۱۹ سے متاثرہ صورتِ حال جسے کرونائی صورتِ حال کہا جا رہا ہے، نے ہر انسانی جہت کو متاثر کر کیا۔ معیشت، سیاست، مذہب، ثقافت؛ انسانی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس میں کرونا وائرس نے اکھاڑ پچھاڑ نا کی ہو۔ خوف وہراس، حرص وہوا اور بقا کے حوالے سے منتشر اور غیر واضح افکار سے انسانی رویوں میں متنوع تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں۔ یہ تبدیلیاں مثبت سے زیادہ منفی ہیں۔ کرونا کی وبا ایسی ہے جس نے بلا تخصیص امیر وغریب، بورژوا یا پرولتاریہ سب کو موت کے گھاٹ اُتارا یا ذہنی خلجان میں مبتلا کیا۔ کئی ایسے رویے مشاہدے میں آئے ہیں کہ بقا کی فکر نے انسانوں کو خود غرضی کی انتہا پہ لا کھڑا کیا ہے کہ جہاں سے انسانیت اور انسانیت بنیاد رشتے بے وقعت ہوتے نظر آتے ہیں۔ اسی صورتِ حال کی بابت معروف فرانسیسی مفکر ڈیکارٹ کا کہنا ہے کہ انسانی تہذیبی ترقی کا امتحان اس وقت ہوتا ہے جب جنگی اور وبائی صورِ حال کا سامنا ہو اور مہذب انسان اپنے رویوں سے اپنی اصلیت ظاہر کر بیٹھے۔(۱) فی زمانہ ہمیں ایسی ہی صورتِ حال کا سامنا ہے اور جہاں ہمارے رویے ہماری تہذیبی ترقی کا معیار ثابت ہوں گے۔ فی الحال ہمارا مرکزِ نگاہ شاعر اور ان کے شعری رویے ہیں، کہ شعرا نے کرونائی صورتِ حال میں کس طور اپنا کردار نبھایا ہے۔

شاعر کسی بھی سماج کا حساس ترین فرد ہوتا ہے۔ وہ خداتعالیٰ کی ودیعت کردہ بے پناہ مشاہدے، احساس اور اظہار کی صلاحیتوں کو شاعری کی صورت بروئے کار لاتا ہے۔ کسی شاعر کے لیے وسیع المشاہدہ ہونا شرط ہے۔ ایک وسیع مشاہدہ رکھنے والا فرد ہی سماج میں پہنچنے والی ہر اچھائی یا برائی کی فہم رکھ سکتا ہے۔ فہم رکھنے کے بعد اظہار کا مرحلہ آتا ہے اور اظہار کے بعد ہی کسی شاعر کا کلام عوامی ملکیت بن کر عوامی جذبات واحساسات پر اثر انداز ہوتا ہے۔ زیرِ غور مقالے میں ہماری مقصد مذکورہ مراحل میں سے دو پر غور وخوض کرنا ہے۔ ایک شاعر کے مشاہدے اور مشاہدے کو نظریانے کا عمل دوسرا اظہار کے بعد عوام پر اثر اندازی کا عمل۔

بقول ولیم ورڈزورتھ "the poetry is spontenious overflow of the powerful imotions"(۲)۔ تاہم کسی بھی طرح کے جذبات کے طاقتور بننے اور اظہار پانے کے درمیان میں ان کو نظریانے کا مرحلہ آتا ہے۔ نظریانہ مثبت بھی ہو سکتا ہے اور منفی بھی۔ مثال کے طور پر فیض نے سماجی عدم مساوات، ظلم اور ناانصافی کے مشاہدات کو اس طور پر پرکھا اور جذب کیا کے مثبت انداز میں اسی ظلم وناانصافی کے خلاف اپنی آواز بلند کر کے انقلاب برپا کرنے کی کوشش کی۔ جب کی اسی طرح کئی ایسے شاعر موجود ہیں مسئلاً جون ایلیا، ساغر صدیقی ثروت حسین جنہوں اپنے مشاہدات کو اپنی ذات پر منطبق کیا اور داخلی گھٹن، پریشانی اور انار کی ایسے موضوعات پر خامہ فرسائی کی۔

ہمارا مقصد کرونائی صورت حال میں کی گئی شاعری کا اس طور پر جائزہ لینا ہے کہ اردو شاعروں کا انسان دوست رویہ کھل کر سامنے آجائے، یعنی کرونائی شاعری میں انسان دوستی کی تلاش۔

بہر حال یہاں پر ایک بات کی وضاحت کر دینا لازم ہے کہ انسان دوستی (Humanism) سے ہماری مراد وہ ہیومنزم قطعی نہیں جس نے مغربی نشاۃ ثانیہ کے بعد جدیدیت کے ساتھ جنم لیا اور جسے جدیدیت کے ساتھ سرمایہ دارانہ نظام کی "بائی پراڈکٹ" سمجھا جاتا ہے۔ جو اپنی اصل میں مغربی عیسائی اخلاقیات پر اُستوار ہے۔(۳) بلکہ انسان دوستی سے ہماری مراد انسانیت کے رشتے کی بنیادی پر انسانوں کا ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کا رشتہ ہے جسے بجا طور پر سماجی دردمندی کہا جا سکتا ہے۔

مباحث

قدرت نے جہاں انسانی فطرت میں نفرت، شدت، سنگدلی اور غصے کے جذبات رکھے ہیں وہیں محبت، شفقت، عفوودرگزر اور نرم دلی کا مادہ بھی رکھ چھوڑا ہے۔ لہٰذا جہاں انسان نے آلاتِ حرب پیدا کر کے غصے اور نفرت کو ہوا دی وہیں آلاتِ جراحی بنا کر زخم بھی سیے اور دکھی دلوں کو سہارا بھی دیا۔ جہاں قوتِ تخلیق نے شعر کی صورت جذبات کو برانگیختہ کیا وہیں حزن ویاس میں امید کی کرن بھی دکھائی۔ اسے یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ سماج کے خلاف استعمال ہونے والی منفی قوتوں کے مقابلے میں مثبت طاقت کا استعمال درحقیقت سماجی دردمندی اور انسان دوستی کا اظہار ہے۔ اسی حاسیت اور انسان دوستی کا اظہار ہر دور کی شاعری میں ملتا ہے۔ آج سے صدی بھر پہلے امیر مینائی کا ایک شعر ملاحظہ کیجیے:

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے (۴)

شروع ہی اردو شعرا کا طور انسان دوستی ہی رہا ہے۔ اب ایسے حالات میں جب پورے انسانیت کا مستقبل مخدوش ہوں۔ ایسی وبا جس نے زندگی پر سے اعتماد مکمل طور پر ختم کر دیا ہو، ایسے حالات جنہوں نے خونی رشتوں، بلکہ شیر خواروں کو بھی ماؤں سے

جدا کر دیا ہو، ایسے حالات میں اردو شعراء کس طرح خاموش رہ سکتے تھے۔ لہٰذا انہوں نے روح فرسا کرونائی مناظر کو دیکھ اور پھر ان مناظر کو دیکھنے کے بعد منفی سوچ پھیلانے کے بجائے مظبت قلمی جہاد کا راستہ اختیار کی اور انسانیت کی خیر چاہی۔

وبائی شاعری میں بھی ہمیں دو رویے نظر آتے ہیں: ایک تو سنجیدہ انداز میں اپنے مشاہدات اور احساسات کا واضح اظہار، دوسرا مزاح اور پیروڈی کے ذریعے نہائت سنجیدہ معاملات کا اس طرح بیان کرنا کہ خوف وہراس کی جگہ لطیف جذبات انسان پر حاوی ہو جائیں۔

انسان دوست شاعری کی امثال

ڈاکٹر عمران ظفر گورنمنٹ ڈگری کالج جھنگ میں تدریس اردو کے فرائض سر انجام دے رہے ہیں۔ انہوں نے کرونائی صورتِ حال میں وبا سے ڈرنے کی بجائے لڑنے کی ٹھانی اور اپنے قلمی جہاد کو "کرونا مرے آگے" کی صورت زیورِ طبع سے آراستہ کر دیا۔ "کرونا مرے آگے" دراصل اُن کا شعری مجموعہ ہے جس میں انہوں نے معروف اردو شعراء کے کلام کی اس طرح پیروڈی کی ہے وبا اور وبا کے خوف کو لطیف مذاق بنا دیا ہے۔ اس عمل سے ان کی مراد انسانیت کو ڈپریشن اور سٹریس کی فضا سے نکال کر زندگی کی رونقوں کے قریب لانا ہے۔ اس کتاب کے ٹائٹل پر بھی ایک فوجی قلم کو بندوق بنائے کرونا وائرس سے برسرِ پیکار نظر آتا ہے۔ ڈاکٹر عمران ظفر کی کتاب "کرونا مرے آگے" میں سں غالب، اقبال، فیض سے لیکر ناصر کاظمی اور جون ایلیا تک کے شعراء کے کلام کی پیروڈی ملتی ہے۔ سلیم کوثر کی معروف غزل کی پیروڈی میں سے ایک شعر ملاحظہ کیجیے۔

ذرا ماسک اپنا ہٹا بھی دے کوئی آ کہ مجھ کو نہ لوٹ لے
تو قریب آ تجھے دیکھ لوں تو وہی ہے یا کوئی اور ہے (۵)

ڈاکٹر عمران ظفر نے فیض احمد فیض کی معروف غزل کمال حسن سے کرونائی شاعری میں ڈھالا ہے۔ انسان دوستی کے نمونے کے طور پر ایک شعر ملاحظہ ہو:

وبا یہ ختم ہو اور خوف کا غبار چلے
چلے بھی آؤ کہ گلشن کا کاروبار چلے
کرونا اور محبت میں ایک نسبت ہے
کہ اِن کہ آگے کسی کا نا اختیار چلے (٦)

اپنی کرونائی شاعری سے متعلق عمران ظفر خود یوں رقم طراز ہیں:

اشعار تیرے پڑھ کر یہ بات سمجھ آئی
تیری تو غزل کا ہے انداز کرونائی
سو بار وباؤں سے لڑا ہوں میں اگر چہ
آتا ہے ابھی دیکھیے کیا کیا میرے آگے
کس سمت میں جاؤں گا، کہ وباؤں میں گھرا ہوں
ڈینگی میرے پیچھے ہے کرونا میرے آگے (۷)

کووڈ ۱۹ نے جہاں ہر طرف خوف وہراس پھیلا رکھا تھا اور انسانی سوچ موت کی دیوار پھلانگنے سے عاری تھی وہیں اردو شاعر اپنی تخلیقات میں مزاحیہ انداز ہی میں مگر نئی زندگی نئی روشنی کی بات کر رہے تھے۔ بقول شاعر:

محکمہ بہبود آبادی کو اندازہ نہ تھا

ہر طرف ہو جائیں گے بچے وبا کے بعد

شرح پیدائش کہاں تھی اور کہاں تک آ گئی

"اک ترے آنے سے پہلے اک ترے جانے کے بعد" (۸)

امجد اسلام امجد دورِ حاضر کے نہایت معروف اور معتبر شاعر ہیں۔ انہوں نے اپنی شاعری میں ہر فکر اور ہر مظہر کو موضوع بنایا ہے۔ اب یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ جن وطنِ عزیز پاکستان ہی نہیں پوری انسانیت وبا کی لپیٹ میں ہو اور وہ اسے اپنی تخلیقات کا موضوع نا بنائیں۔ ذیل میں ان کا ایک قطع پیش خدمت ہے جس میں انہوں نے اس انسان کے درد کو موضوع بنایا ہے جو رونقوں کا شیدائی ہے لیکن وبا کے باعث علیحدگی پسندی پر مجبور ہے۔ وہ وبا کو پھیلتا دیکھتا ہے، اس کے اسباب سے واقف ہے لیکن سوائے کُڑھنے کے کچھ کر نہیں سکتا۔

بند ہو جائے گی ایک دم زندگی ایسے سوچا نہ تھا

یہ جو اب ہو گیا خواب میں بھی کبھی ہم نے دیکھا نہ تھا

جو بھی جیسے ہوا سب کو معلوم تھا سب کے تھا سامنے

شہر بیدار میں کوئی سویا نہ تھا، کوئی اندھا نہ تھا (۹)

سید انعام عباس بھی اپنی شاعری میں ان غیر محتاط لوگوں سے خائف ہیں جو حکومت کی طرف سے کرونائی احتیاطوں کو ملحوظ خاطر رکھے بغیر بازاروں میں گھومتے نظر آتے ہیں۔ ان کے نزدیک اس قاش کے لوگ کرونا کے خریدار ہیں۔

یہ جو پھرتے ہوئے سب باہر نظر آتے ہیں

سب کرونا کے خریدار نظر آتے ہیں

روز ملتے تھے کبھی چھوتے تھے لیکن اب تو

دور ہی دور سے اقرار نظر آتے ہیں (10)

عبید اللہ خان وبائی صورتِ حال میں انسانی کی فطری رومانیت کا دامن نہیں چھوڑتے، کیونکہ اُن کے نزدیک یہ وہ جذبہ ہے جو انسان کو زندگی کے قریب رکھتا ہے، اور اس کے دل میں زندگی کی محبت کو موجزن رکھتا ہے۔ اہلِ محبت کو جہاں کرونائی وبا نے ایک دوسرے سے دور رہنے پر مجبور کیا وہیں دل سے چاہنے والوں نے اپنے پیاروں کی حفاظت اسی میں جانی کہ ایک دوسرے سے دور رہا جائے۔ اشعار ملاحظہ کیجیے:

یہ وبا تو ہے اک بلا جاناں

اب بلا سے ہو کیا گلہ جاناں

صبر کیجیے ابھی ذرا کچھ اور

کب ملیں گے نہیں پتا جاناں

دور لوگوں سے رہنا لازم ہے

اس کرونا کا کیا پتا جاناں (11)

<u>دعائیہ شاعری کی امثال</u>

موجودہ کرونائی صورتحال میں بھی بہترین شعری تخلیقات سامنے آ رہی ہیں جس میں احتیاط، فاصلہ، زندگی سے محبت اور امید کا پیغام دیا جا رہا ہے۔ اس موقع پہ شعرائے کرام اللہ پاک سے التجا کرتے ہوئے بھی نظر آتے ہیں کہ وہ اولادِ آدم کو اس وبا سے نجات دے اور ان کی خطاؤں سے درگزر کرے۔ دعائیہ شاعری میں سب سے پہلے ڈاکٹر اختر شمار کے اشعار پیشِ خدمت ہیں۔

ہے قریہ قریہ گریہ پیہم یا رحیم یا کریم
مر رہی ہے نسلِ آدم یا رحیم یا کریم
ہم خطاؤں پر ہیں نادم سب کہیں مل کر شمار
دور کر دے ہم سے ہر غم یا رحیم یا کریم (12)

دعائیہ والتجائیہ شاعری کے حوالے سے ڈاکٹر نجمہ شاہین کھوسہ کے اشعار نے بھی مقبولیت حاصل کی۔ بقول شاعرہ:

ہے تیرے در پہ آج یہ گریہ کناں ہے زندگی
میرے مولا اب تو بس محوِ فغاں ہے زندگی
خدائے لم یزل کی رحمتوں سے مت ہو بد گماں
یقیں کی آنکھ سے پرے تو بس گماں ہے زندگی (13)

پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ اردو (ترجمہ و تالیف) کے استاد ڈاکٹر محمد کامران کی امید افزا و دعائیہ غزل کو بھی اس صورتحال میں خاصی پزیرائی حاصل ہوئی۔ غزل کے چند اشعار ملاحظہ کیجیے۔

ہے ہم کہ اصحابِ کہف جیسے نہیں ہیں پھر بھی
پارۂ خواب عطا کر کہ یہ دن کٹ جائیں
میرے مولا یہ وبا ہے کہ سزا ہے کوئی
تو ہی اب جود و سخا کر کہ یہ دن کٹ جائیں
لوگ اب دیر و حرم جاتے ہوئے ڈرتے ہیں
کوئی تدبیرِ شفا کر کہ یہ دن کٹ جائیں (14)

محاکمہ

دو ہزار بیس میں تیزی سے پھوٹ پڑنے والی وبا یعنی کووڈ ۱۹ نے بلا تخصیصِ مرد و زن، بلا تفریقِ امیر و غریب بنی نوع انسان کو متاثر کیا۔ متاثر سبھی ہوئے لیکن بے ہوشوں نے موت کو مقدر جانا تو اہلِ ہوش نے وبا کے خلاف اُٹھ کھڑے ہونے کو اولین ترجیح جانا۔ انتظامیہ نے انتظام کی باگ ڈور سنبھالی تو سائنس دانوں کے ویکسین کھوجنے کی تگ و دو۔۔۔ شاعر جو قلم کا شہسوار ہوتا ہے، اس نے انسانی فکر کو مثبت راہوں سے آشنا کرنے کو فریضہ جانا اور وہی کیا جو وہ کر سکتا تھا۔ شاعری احساس کا اظہار ہے اور حساس لوگوں کی روح کی غذا۔ ایسا مشاہدہ کرنا رواج نہیں لیکن اگر کوئی ان افراد کے اعداد و شمار اکٹھے کرے جو شاعری پڑھ کر زندگی کو محبت کی نظر سے دیکھنے لگے، تو یہ تعداد بھی لاتعداد ہو گی۔ دراصل انسان دوست شعراء کے بس میں محبت کے، زندگی کے پیغام کو پھیلانا ہوتا ہے اور وہ یہ کام کرتے رہتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ ول ڈیورانٹ، ''داستانِ فلسفہ''، مترجم: سید عابد علی عابد، لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۱۲ء، ص ۲۲۳

۲۔ جمیل جالبی، ” ارسطو سے ایلیٹ تک ”، اسلام آباد، نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۱۳ء ص ۲۱۲

۳۔ عمران شاہد بھنڈر، ”فلسفہ مابعد جدیدیت ”، لاہور، صادق پبلشرز، ۲۰۱۰ء، ص ۴۳

۴۔ امیر مینائی، ”دیوان امیر ”، لکھنو: مطبع نول کشور، ۱۸۸۴ء، ص ۹۳

۵۔ سجاد بخاری، ”ڈاکٹر عمران ظفر کی کتاب ”کرونا مرے آگے ”، مشمولہ ہفت روزہ ”اخبار اردو ”، فیصل آباد، ۱۱ جولائی ۲۰۲۰ء۔

۶۔ ایضاً

۷۔ ماہنامہ ”اطراف ”، لاہور، جون، جولائی، ۲۰۲۰ء، ص ۲۹

۸۔ ایضاً

۹۔ www.facebook.com/ اردو کلاسک، یکم مئی، 2020

۱۰۔ ای ض اَ

۱۱۔ ای ض اَ

12۔ "کوروناوائرس کا بحران: لاک ڈاؤن میں بیٹھے پاکستانی شاعر کیا سوچ رہے ہیں؟"، 25 اپریل 2020ء، www.dw.com

13۔ روزنامہ، " دنیا"، کورونا کی وبا کے حوالے سے اردو شاعری، E-Paper, 9 جون 2020ء

14۔ ڈاکٹر محمد کامران، www.pu.edu.pk/home/section